www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مقالات — مسز ثریا علوی

اسلامی تعلیمات اور پاکستان کی معیشت

خود کفالت کی منزل کیسے؟

پاکستان، دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت کے طور پر ۱۹۴۷ء کو نقشہ عالم پر نمودار ہوئی آج پاکستان کو عروس آزادی سے ہمکنار ہوئے ۵۱ برس بیت چکے ہیں - ترقی اور عروج حاصل کرنے کے لیے اور اپنی منزل مراد تک پہنچنے کے لیے نصف صدی کا عرصہ بہت ہوتا ہے مگر ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اہل پاکستان آزادی کی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا نہیں کر سکے- صرف ۲۵ برس بعد مملکت خداداد کا آدھا بازو کاٹ کر بنگلہ دیش کا نیا ملک وجود میں آگیا مگر ہمارا احساسِ زیاں پھر بھی بیدار نہ ہوا-اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکت میں اسلامی شریعت ہی کا نفاذ نہ ہوسکا- اور آج تک مختلف حیلے بہانوں سے یہ کام پس پشت ڈالا جاتا رہا-

اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکت میں مسائل کا انبار

مگر اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ پاستان معاشی میدان میں بھی انتہائی پسماندہ رہ گیا- جاگیرداروں، وڈیروں اور افسرشاہی نے ملک [illegible] رھا ہے- ان کی خاطر ملک میں بڑی گاڑیوں، ایئرکنڈیشنوں اور عالیشان کوٹھیوں کی بہتات ہے- ان کے محلات غیر ملکی اشیاء سے بھرے پڑے ہیں- ملک میں ظلم وجور اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے، امن امان کی کیفیت دگر گوں ہے - چاروں طرف سے صوبائیت اور لسانیت کے تعصبات بڑھتے ہی جاتے ہیں، تعلیمی معیار بھی زوال وانحطاط کا شکار ہے - ملک کی عظیم اکثریت یعنی کسان، ہاری اور مزارع کس مپرسی اور بیچارگی کا شکار ہیں، مزدور اور تنخواہ دار طبقہ بھی معاشی مسائل کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے - کرپشن اور مالی بد عنوانیاں وطن عزیز میں عروج پر ہیں- ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، منشیات فروش، ناجائز منافع خوری، رشوت ستانی اور سود خوری جیسی بڑی بڑی وبائیں زوروں پر ہیں- ان سب پر مستزاد بڑھتی ہوئی مہنگائی اور سوئی گیس، فون اور بجلی کے گراں بلوں نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے- رشوت کا اتنا زور ہے کہ غریب کو انصاف ملنا ناممکن ہوگیا ہے- سمگلنگ اتنے زوروں پر ہے کہ ملکی ضروریات کا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تقریباً آدھا حصہ سمگلنگ کے ذریعے ملک میں آرہا ہے اور ہر طرف باڑہ مارکیٹیں کھلی ہیں۔ منشیات کے کاروبار نے نوجوان نسل کو معذور اور اپاہج بنا کر رکھ دیا ہے، تاجروں نے ناجائز منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی سے متوسط طبقہ کی زندگی اجیرن کردی ہے۔ کم ناپ تول اور ملاوٹ معاشرہ کا رستاہوانا سور بن کر رہ گئے ہیں۔ سود ہر شعبہ زندگی میں جاری و ساری ہے۔ پاکستان کی اسلامی مملکت میں سود کو ختم کرناتو درکنار خود حکومت سود کو برقرار رکھنے کے لیے سپریم کورٹ میں رٹ دائر کر دیتی ہے اور واپس لینے کا نام نہیں لیتی۔

مذکورہ بالا تمام حالات ایک یا دو شخصوں کے پیدا کردہ نہیں ہیں، نہ ہی ایک دو دن کے اندر وجود میں آئے ہیں بلکہ عرصہ دراز سے من حیث القوم غلامانہ روش اختیار کرنے کا نتیجہ ہیں۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ سیاسی آزادی، ذہنی و معاشی آزادی کے بغیر بغیر بے مصرف ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے بیشتر قائدین مغربی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ تھے اور ان کے تہذیب و تمدن کے دلدادہ۔ اسی طرح ہماری بیورو کریسی بھی اسی انداز سے کام کرتی رہی۔ جس کی ٹریننگ انگریزوں نے اپنی حکومت چلانے کے لئے ان کو دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب ہی کی طرح یہ لوگ دین کو ایک فرد کا ذاتی مسئلہ سمجھنے لگے اور سیاست، معیشت، معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں کو مذہب کی گرفت سے آزاد رکھنا چاہتے تھے۔ دراصل مغربی تعلیم کا خاصا ہی یہی ہے کہ وہ دین اور دنیا کی تفریق پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی زندگیوں میں پایا جانے والا قول و عمل کا تضاد اسی دنیا و دین کی تفریق کا نتیجہ ہے۔

علاوہ ازیں ہم فنی مہارت میں بھی کمزور ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں کمزور ہونے کے سبب اپنے آپ کو امریکہ اور دیگر مالی اداروں سے وابستہ رہنے پر مجبور پاتے ہیں۔ امریکہ، عالمی مالی ادارے، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف ہمیں یہ امداد مفت نہیں دیتے۔ بلکہ اپنے مخصوص سیاسی اور معاشی مفادات حاصل کرتے ہیں۔ بعض اوقات تو اس امداد کی شرائط بہت ہی رسوا کن اور ہمارے ملی و قومی مفاد کے خلاف ہوتی ہیں۔ پھر اس امداد کے ساتھ جو غیر ملکی ماہرین اور سائنسدانوں کی ٹیمیں آتی ہیں۔ وہ ایک طرف مسلمانوں میں الحاد، لادینی، فحاشی، بے راہ روی اور عریانی پھیلاتے ہیں اور دوسری طرف گرانقدر مشاہرے وصول کرتے اور ہمارے خزانہ پر بہت بڑا بار بنتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں اپنی ترقیاتی سکیموں کے لئے گئے قرضہ یا ان سے خریدی گئی مشینری کے ثمرات کا بہت حقیر حصہ وصول ہوتا ہے اور اصل فائدہ ان میں بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔ یا پھر ہمارے حکمران کمیشن وصول کر کے اپنی تجوریاں بھر لیتے ہیں اور رہ گئے پاکستانی عوام تو وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے ہیں: یا اللہ! ہمیں ان غیر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ملکی قرضوں اور سود کے بڑھتے ہوئے ناسور سے نجات عطا فرما۔

قرضہ .... اسراف کے بارے میں اسلامی ہدایات

ہم اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں۔ ہمارے تمام مسائل کا مکمل اور صحیح حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں موجود ہے۔ معاشی میدان میں اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ صرف اللہ سے سوال کرو، بندوں کو دینے والے بنو، لینے والے نہ بنو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "**الید العلیا خیر من الید السفلی**" کہ دینے والا ہاتھ، لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اسی طرح اسلام نے کسب حلال کو بہت بڑا فریضہ قرار دیا ہے۔ محنت کرنے کی بہت تلقین کی ہے اور پھر اپنے چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف سے کام لینے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ ہمارے ہادی برحق نے ہمیں باقاعدہ یہ دعا سکھلائی "**اللھم اکفنا بحلالک عن حرامک و اغننا بفضلک عمن سواک**" (کہ اے اللہ ہمیں رزق حلال عطا فرما، حرام سے محفوظ رکھ۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں دوسروں سے بے نیاز کردے)۔ اسی طرح آپ نے جملہ اقتصادی برائیوں کی بھی بیخ کنی فرمائی، اور دنیا میں ان سے پیدا ہونے والے برے نتائج سے آگاہ فرمایا۔ مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ناپ تول میں کمی کرنے سے قحط اور گرانی کا عذاب مسلط ہوتا ہے" نیز آپ نے فرمایا کہ "رشوت ستانی کے فروغ سے اللہ دشمن کا خوف مسلط کردیتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں اپنے پیارے بندوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴾ "آپ فضول خرچی مت کریں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ جب کہ شیطان اللہ تعالیٰ کا سخت ناشکرا ہے"۔ (سورۂ بنی اسرائیل)

نبی پاک ﷺ نے میانہ روی سے خرچ کرنے اور اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کی تاکید کرتے ہوئے فرمای "**ماعال من اقتصد**" (جس نے میانہ روی سے کام لیا، وہ محتاج نہیں ہوا)۔

غرض قرضہ لینے کی نوبت تب ہی پیش آتی ہے جب انسان اپنی آمدنی اور وسائل سے زیادہ خرچ کرتا ہے لہٰذا دین اسلام نے توازن اور اعتدال کو معیشت کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔ اسی تعلیم کے زیر اثر ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی جو پہلی اسلامی مملکت قائم ہوئی، مفلس اور تنگ دست

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہونے کے باوجود اس نے کسی سے قرض نہ مانگا- عہد نبوی ﷺ ہو یا بعد کا دور کبھی بھی تاریخ اسلام میں ایسا واقعہ پیش نہ آیا کہ مسلم حکومتوں نے غیروں سے قرض لیا ہو- یہ مسلمان حکمرانوں کا پہلا اور بنیادی فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کے خزانے یعنی بیت المال کو پوری احتیاط اور دیانتداری سے استعمال کرتے وقت ہوئے رعایا کو تمام بنیادی ضروریات مہیا کریں- نہ تو غیر شرعی مدوں سے، ظلم و زیادتی سے خزانہ بھرنے کی کوشش کریں اور نہ اسے غیر شرعی طریقے سے خرچ کریں- امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی رعایا کی اتنی فکر ہوا کرتی تھی کہ فرمایا کرتے تھے "اگر دریائے فرات کے کنارے (جو مدینہ سے کافی دور تھا) بکری کا ایک بچہ بھی بھوکا مرگیا تو عمر روز قیامت اللہ کو کیا جواب دے گا" تمام خلفائے راشدین اور بعد کے بھی تمام خدا ترس مسلمان حکمران سید القوم خادمھم کے فرمان نبوی ﷺ کے تحت ذاتی زندگی بڑی سادگی سے بسر کرتے اور رعایا کی تمام ضروریات کی مکمل نگہداشت کرتے- وہ اپنی رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے رات کو بھیس بدل کر گشت کیا کرتے تھے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اپنی پشت پر گندم کی بوریاں لاد لاد کر ضرورت مندوں تک پہنچایا کرتے تھے- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک دفعہ سرکاری کام کر رہے تھے کہ آپ کا بیٹا آیا اور آپ سے بات چیت کرنے لگا- آپ نے اسی وقت ایک چراغ بجھا دیا اور دوسرا جلا لیا- بیٹے نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ پہلا بیت المال کا چراغ تھا جب ہم آپس میں ذاتی بات چیت کرنے لگے تو میں نے وہ بجھا کر ذاتی چراغ جلا لیا-

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی حاکموں میں اسی سادگی اور احساس ذمہ داری کو پیدا کرنے کے لئے ان سے بوقت تقرر باتوں کا عہد لیا کرتے تھے: (۱) نماز پابندی سے ادا کریں گے-

(۲) چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے- (۳) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گے-

(۴) ریشمی کپڑے نہیں پہنیں گے اور (۵) چوکیدار یا دربان مقرر نہیں کریں گے-

اسلام کی اسی مثالی تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ تاریخ کے بیشتر ادوار میں مسلمان بہت خوشحال اور مالی طور پر مضبوط و مستحکم رہے- زکوۃ اور صدقات و خیرات دینے والے ڈھونڈھتے تھے- مگر ان کو لینے والے نہ ملتے تھے اور اگر کوئی زکوۃ قبول کرلیتا تو باقاعدہ اس کا شکریہ ادا کرتے تھے- ویسے بھی یہ بات قابل غور ہے- اللہ اور رسول ﷺ کے نام لیوا تو سوائے اللہ کے، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرسکتے- اسلامی غیرت و حمیت کا تقاضا بھی یہی ہے-علاوہ ازیں مسلمانوں کو سودی لین دین سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے انسان ایک بار سود پر قرضہ لے لے تو وہ زندگی بھر قرض کے جال سے باہر نہیں نکل سکتا-

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جناح کیسا پاکستان بنانا چاہتے تھے قیام پاکستان کے فوری بعد معاشی صورتحال کا نقشہ

ہم اس سلسلے میں بانی پاکستان محمد علی جناح کے قول و فعل کا حوالہ دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل ایک برطانوی مصنف نکلز نے قائداعظم سے پوچھا: کیا پاکستان کے تحت مسلمانوں کے اور زیادہ غریب ہونے کا امکان نہیں ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: دیا آپ جرمنی کے تحت امیر انگلستان کو پسند کریں گے یا ایک غریب مگر آزاد انگلستان کو، ہم جس مقصد کے لئے پاکستان بنا رہے ہیں وہ عظیم نصب العین ذاتی آسائش یا عارضی آرام کے سوالوں سے کہیں بلند و بالا ہے۔ مسلمان سخت جان قوم ہیں۔ چھریرے اور مضبوط، اگر پاکستان بننے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ذرا سخت جان بننا پڑے گا تو وہ شکایت نہیں کریں گے مگر اس کا یہ مطلب کیسے ہوگیا کہ یہ آزادی ان کے لئے اقتصادی بار ہوگی؟

پاکستان کے پہلے دونوں رہنماؤں یعنی محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خان نے دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ (۱) ملکی آزادی تبھی بامعنی ہوسکتی ہے کہ مالی معاملات میں ملک اپنے ہی ذرائع آمدنی پر انحصار کرے اور دوسروں کا محتاج، مقروض اور عادی بھکاری بن کر نہ رہ جائے،

(۲) نوکر شاہی کا حلقہ بڑا مختصر اور محدود ہو اور اس کو پالنے پر خرچ اس قدر کم ہو کہ ملکی وسائل اور آمدنی اس کو برداشت کرسکیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ پاکستان کا ابتدائی سالوں کا بجٹ بچت کا بجٹ ہوا کرتا تھا۔ پہلے سال بانی پاکستان نے وطن عزیز کا جو بجٹ پیش کیا وہ فاضل بجٹ تھا۔ جس میں قرض کے لیے رتی بھر گنجائش نہ رکھی گئی تھی۔ انکا کہنا تھا کہ اگرچہ ملک نوزائیدہ ہے، مشکلات ومسائل کا انبار ہے مگر ان سب پر قابو ہم اللہ پر اعتماد اور توکل کے ذریعے ہی پا سکتے ہیں۔ اس وقت عالیشان عمارات نہیں تھیں۔ حکام کھلے میدان میں اور رفٹ پاتھوں پر اپنے عملہ سمیت اپنی میز لگا کر بیٹھ جاتے اور عوام کے مسائل حل کرتے۔ نیا کاغذ نہ ملا تو کوئی بات نہیں، استعمال شدہ کاغذ کی پشت پر ہی احکامات جاری کیے جاتے۔ کامن پن کے بجائے درختوں کے کانٹے استعمال کرلیے جاتے۔ خود قائداعظم، وزیراعظم لیاقت علی اور دیگر حکام بااصول، دیانتدار، ثابت قدم اور قومی دولت کی حفاظت کرنے والے تھے۔ ان کی شب وروز کی محنتوں سے چند سالوں میں ہی ابتدائی مشکلات پر قابو پالیا گیا۔ اور وہ لوگ بالکل ناکام ونامراد اور مایوس ہوکر رہ گئے جو کہا کرتے تھے کہ پاکستان تو چند دن بھی نہیں چل سکے گا۔ اس وقت ملکی اقتصادیات کی بنیاد زرعی اجناس ہی تھیں۔ بیرونی دنیا میں ان زرعی اجناس کی بڑی مانگ تھی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اور تجارت کا توازن پاکستان کے حق میں تھا- ستمبر ۱۹۴۹ء میں برطانیہ کو اپنے سکے میں تقریبا ایک تہائی کی کرنا پڑی تو پاؤنڈ کے ساتھ وابستہ ہونے کی بنا پر بھارت کو بھی اپنے روپے کی قیمت کم کرنا پڑی- مگر اس وقت پاکستان کی پوزیشن بیرونی تجارت اور زر مبادلہ کے لحاظ سے محفوظ تھی- اس لیے پاکستان نے دباؤ کے باوجود اپنے اقتصادی استحکام کی بنا پر روپے کی قیمت میں کمی نہ کی-

موجودہ معاشی حالات........ حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ

مگر افسوس ان دونوں قائدین کے رخصت ہوتے ہی حالات بدل گئے- بااثر اور بااختیار طبقے عوام کی خدمت کی بجائے ذاتی مفاد کو ترجیح دینے لگے- نوکر شاہی ملک پر قابض ہوگئی اور زندگی کے ہر شعبے میں اس نے پاؤں جما لئے- نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اخلاقی قدریں بدل گئیں- بااختیار طبقہ اپنے فرائض سے غافل ہوکر دولت سمیٹنے اور شاہانہ نمود و نمائش اختیا کرنے میں مگن ہوگیا- محنت، خلوص اور دیانتداری کی جگہ حرام خوری، بدعنوانی اور رشوت نے لے لی- اب ہر کوئی دولت کو معیار سمجھتا ہے- معاشرتی ذمہ داریوں سے بیزار اور قومی ذمہ داریوں سے آزاد رہنا چاہتا ہے- امانت، دیانت اور خلوص تو صرف کتابی باتیں بن کر رہ گئی ہیں جبکہ خود غرضی اور مفاد پرستی عملی سبق ہیں- زر مبادلہ کا بیشتر حصہ حکمران طبقہ کے شاہانہ کروفر اور عیاشیوں پر اٹھ جاتا ہے، ہر کوئی خزانہ کو لوٹتا ہے، کوئی ذاتی مفاد کی خاطر کوئی نیک مقصد کی خاطر (جس طرح صدر ضیاء الحق ہر سال ایک بڑی پارٹی لے کر باقاعدگی کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے جایا کرتے تھے) اور کسی کا قومی مفاد میں غیر ملکی دوروں پر دوستوں، رشتہ داروں کی کثیر فوج ساتھ لے کر جاتا-

اندرونی وبیرونی اعداد وشمار کے مطابق اس وقت پاکستان ۳۲ ارب ڈالر کا مقروض ہے- دو ارب سالانہ تو اس وقت صرف ان قرضوں کے سود کی مد میں ادا کیا جارہا ہے- ان قرضوں اور سود کی ادائیگی کے لیے ہر سال ہمارا قومی بجٹ کا ۴۰% حصہ وقف ہوتا ہے- اس طرح اس وقت وطن عزیز میں پیدا ہونے والے ہر بچے کے سر پر اندازاً پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) روپے کا قرضہ لدا ہوتا ہے-

اگر یہ قرضے بجا طور پر استعمال ہوتے تو لازما ملک میں بڑی خوشحالی اور رباغ وبہار ہوتی- قوم بیروزگاری کے عذاب سے بھی نجات حاصل کر لیتی اور ملک زرعی، صنعتی وفنی تعلیمی غرض ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ ہوتا اور عوام کا معیار زندگی بلند ہو چکا ہوتا- مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدا! اصل صورت حال بڑی دلخراش ہے- معیار تعلیم بہت ابتر ہے تو شرح خواندگی قلیل ہے- ملکی صنعت اور انڈسٹری کی حالت دگرگوں ہے- بیشتر ملیں مناسب حالات نہ ہونے کی وجہ سے بند پڑی ہیں-

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

باوجود زرعی ملک ہونے کے پاکستان کو گندم درآمد کرنا پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر ۹۵،۹۶ میں پاکستان کو آسٹریلیا سے صرف گندم ہی پچانوے کروڑ ستر لاکھ کی درآمد کرنا پڑی تھی۔ جب کہ عام آدمی کی زندگی مہنگائی کی چکی تلے پس رہی ہے۔ فون، بجلی، گیس وغیرہ کے بل اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ محسوس یوں ہو رہا ہے کہ اس وقت ملک میں متوسط طبقہ رہا ہی نہیں یا تو جاگیردار، سرمایہ دار اور وڈیرے ہیں، یا پھر خط افلاس کے بھی نیچے گزارہ کرنے والے بے بس وبے کس عوام جن کی کمریں مہنگائی کے عذاب اور بڑھتے ہوئے بلوں نے توڑ ڈالی ہیں۔ اوران گرانقدر قرضوں کی بوجھل رقمیں ہمارے موجودہ وسابق حکمرانوں، سینٹ اور اسمبلی کے ارکان، فوج کے بڑے بڑے عہدیداروں اوربیورکریسی کے بڑے بڑے افسروں کے گھروں میں پہنچ چکی ہیں۔ یہ لوگ ان قرضوں سے اتنی بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں کہ غریب عوام اس کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ اور اب تو اخبار ورسالہ جات اس لوٹ مار کو بار بار شائع کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر واپڈا کے ایک مشیر شاہد حفیظ صرف مشاورت کے نام پر ادارے سے روزانہ ۱۲ ہزار روپے وصول کرتے رہے ہیں، وہ چھٹی کے دن کے بھی بل وصول کرتے ہیں۔ (روزنامہ "دن" ۱۶ اکتوبر ۹۸ء) یا سی-بی-آر کے ایک چیئرمین کو ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے ماہانہ تنخواہ کے علاوہ ۵۰ ہزار روپے کرایہ مکان اور ۲۵ ہزار روپیہ یوٹیلٹی چارجز، ایک لاکھ روپیہ ہاؤس بلڈنگ کی قسط، ۱۰ ہزار ڈالر فی بچہ تعلیمی الاؤنس، کاریں مع ڈرائیور اور پاکستان میں اعلیٰ ترین طبی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔

پھر بے نظیر حکومت کے اگر سرے محل کے تذکرے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ کا موضوع بنے تو خود نواز شریف نے حکومت میں آکر کونسی کسر چھوڑی - وہ ملک کے ۳۰ بڑے صنعتی یونٹوں کے مالک ہیں۔ رائے ونڈ جیسی شاہانہ سٹیٹ کونسی کم تھی جو آبزرور کی غیر ملکی مصدقہ رپورٹ نے موجودہ وزیر اعظم کی لوٹ مار پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

عوام میں اب زبردست رد عمل پایا جاتا ہے "عیش کریں حکمران، قربانی دیں عوام" کے نعرے جگہ جگہ زبان زد عام ہیں۔ آخر عوام کو پیٹ پر پتھر باندھنے کا حکم کیوں دیا جاتا ہے اس لیے "قرض اتارو ملک سنوارو" کی سکیمیں بری طرح ناکام ہو چکی ہیں۔ قرضے کھانے والوں کی آئندہ کئی نسلیں بھی سنور گئی ہیں جب کہ عوام کی آنے والی نسلیں بھی سترہ ہزار فی کس کے حساب سے قرضوں کے بوجھ تلے کراہ رہی ہیں۔

دوسری طرف عالمی ادارے پاکستان پر زبردست اقتصادی پابندیاں لگا کر اس کو نادہندہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ نادہندہ ہونے سے بچنے کے لیے اور قرضوں کی تازہ قسط حاصل کرنے کے لیے موجودہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حکومت کس طرح جگہ جگہ کشکول گدائی اٹھائے بھیک مانگنے کے لیے ماری ماری پھر رہی ہے۔ پریشانی اس وقت بڑھ جاتی ہے، جب پتہ چلتا ہے کہ خود اسلامی بنک بھی پاکستان کو عالمی اداروں کی اجازت اور منظوری کے بغیر قرض نہیں دے سکتا۔

دراصل حکمرانوں نے کبھی وطن عزیز کے لیے کوئی مستقل پالیسی بنائی ہی نہیں، ہر وقت ہنگامی اور فوری منصوبے بنتے ہیں، وقت کو ٹالنے کے لیے۔ عوام کو ہر وقت "خزانہ خالی ہے۔ پہلے حکمران سب کچھ لوٹ کر کھا گئے" کی ہی نوید سنائی جاتی ہے ۔ صورت حال اس سال جتنی گھمبیر اور نازک ہے اور ورلڈ بینک کو قرضہ کی قسط واپس ادا کرنی جتنی مشکل ہو رہی ہے، اگر یہ "ڈنگ ٹپاؤ" پالیسی ہی جاری رہی تو اگلے سال ۹۹ء میں قرضہ کی قسط ادا کرنے میں اس سے بھی زیادہ دشواری پیش آئے گی ۔ دوسری طرف اپنے بجٹ کو چلانے کے لیے مزید قرضہ لینا پڑے گا، ملک میں مزید مہنگائی کا سیلاب آئے گا۔ آئندہ کے لیے جتنا بھی سوچیں، اتنا ہی مشکل مرحلہ نظر آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل فکر و نظر اور دانشور چیخ چیخ کر احتساب، احتساب کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ مگر احتساب کرے کون؟ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے؟ بیشک احتساب کے ڈرامے تو بہت ہوتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ چور کا احتساب چور نہیں کر سکتا۔ خود موجودہ وزیر اعظم کے خاندان نے ۲۰ کروڑ ڈالر قومی بینکوں سے قرضہ لے رکھا ہے ۔ یہ کروڑوں کے قرضے واپس نہ کریں اور کروڑوں روپے کے انکم ٹیکس بچانے کے الزامات بھی ان پر مستزاد ہیں۔ دوسری طرف وطن عزیز مقروض سے مقروض تر ہوتا جا رہا ہے۔

فیصلہ کن قدم .... انقلابی اقدامات کی ضرورت

وہ وقت کب آئے گا جب حقیقی طور پر خود انحصاری کی راہ اختیار کرنے والی حکومت ہمیں نصیب ہو گی ۔ پاکستان کو "ایشیائی ٹائیگر" بنانے اور "کشکول توڑنے" کا ایجنڈا لے کر منتخب ہونے والی حکومت نے مایوسی ہی مایوسی پیدا کی ہے۔ اس وقت صالح اور دیانتدار قیادت اور درست منصوبہ بندی کی وطن عزیز کو جتنی ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ ایٹمی دھماکوں جیسا جرات مندانہ قدم اٹھانے کے بعد تو عوام کو خود انحصاری کے لیے ایک نیا ولولہ وجذبہ ملا ۔ مگر حکومت کے مابعد اقدامات نے فوراً ہی اس جذبہ و ولولہ کو سرد کر دیا۔ ہمارا ہمسایہ ملک چین ۱۹۵۰ء میں یعنی ہم سے تین سال بعد آزاد ہوا، مگر انہوں نے کتنی جلدی خود کفالت کی منزل حاصل کر لی۔ حکمران طبقہ نے سادگی اور خلوص کو اپنایا، امیر و غریب، حاکم و رعایا کا فرق ختم کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے اپنے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

عزم اور ان تھک محنت سے اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل کرلیا، اسی طرح پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز قائم ہوئی تو اس کے ایک اجلاس میں ہندوستان کی طرف سے شامل ہونے والے وفد میں سرعبدالقادر بھی شامل تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اجلاس کے دوران لنچ کے لئے وقفہ ہوا تو سب لوگ ہوٹلوں کی طرف دوڑے، جب ہم کھانا کھاکر واپس آئے تو ہم نے جرمنی کے دونوں نمائندوں کو دیکھا کہ وہ کانفرنس ہال کے باہر سیڑھیوں کے قریب کھڑے ہیں اور کھانا کھانے کے لئے کہیں نہیں گئے۔ ہم نے سبب پوچھا تو بولے:حال ہی میں تو ہمارا ملک اتنی بڑی شکست سے دوچار ہوا ہے۔ ایک شکست خوردہ قوم کے نمائندوں کو بڑے ہوٹلوں میں کھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم نے اپنی جیب سے ڈبل روٹی نکال کر کھالی ہے۔ یہی احساس تھا جس کے تحت مغربی جرمنی اپنی تقدیر بدلنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور آج اس نے عالمی سیاست میں بڑا مقام حاصل کرلیا ہے۔

دور جدید میں بیشتر مغربی جمہوری ملکوں میں حکمران طبقہ ہربات کے لئے پارلیمنٹ میں جواب دہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے گھروں اور دفتروں میں کوئی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے میں نہیں آتا۔ جاپان، سویڈن، برطانیہ یا کسی بھی ترقی یافتہ مغربی جمہوری ملک کی مثال لے لیں وہاں عوام اور افسروں میں ظاہری طور پر کوئی فرق نظر نہیں آتا..... اور حکمران طبقہ خلوص اور سادگی سے عوام کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے۔

خود کفالت کی منزل کیسے؟

ذیل میں، میں چند نکات کی طرف توجہ دلانا چاہوں گی، جن کو مدنظر رکھ کر ہم اپنا نصب العین حاصل کرسکتے ہیں:

(ا) مسائل کے حل کے لیے کوشش اور عوامی اعتماد کی بحالی: داخلی وسائل میں سب سے بڑا وسیلہ تدبر ہے۔ اگر معاملات کے سیاسی حل تلاش کئے جائیں اور عوام میں اعتماد بحال کیا جائے تو وہ خود ہی محسوس کرنے لگتے ہیں کہ یہ ملک ان کا اپنا ہے اور انہوں نے اس کی بحالی کے لئے بھرپور کام کرنا ہے۔ ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تو کسان ہے جو کل ملکی آبادی کا ۷۲% ہے۔ وہ بیچارا ان تھک کام کرنے کے باوجود تعلیم، صحت، صفائی وغیرہ کے بنیادی حقوق سے محروم ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کا دو وقت پیٹ بھی صحیح طور پر نہیں بھر سکتا۔ مزدوروں اور تنخواہ دار طبقوں کا بھی یہی حال ہے۔ زمیندار، تاجر، صنعتکار، ان بیچاروں کا استحصال کررہے ہیں۔ متوسط اور غریب طبقہ کی کمر ٹیکسوں نے دوہری کر رکھی ہے مگر اس کے بدلے ان کو ملتا کیا ہے، سوائے احساس محرومی کے؟

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ احساس محرومی آگے بیشمار نفرتوں اور عصبیتوں کو جنم دیتی ہے۔ اس تمام صورت حال کو حسن تدبر سے بدلنا از حد ضروری ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو محکوم اور مظلوم نہ سمجھیں بلکہ اپنے کو ملک کے اصل مالک سمجھیں اور ترقی کی دوڑ میں برابر کے شریک ہو کر باعزت و باوقار زندگی گذار سکیں۔

(۲) صحیح منصوبہ بندی اور جوہر قابل کی اندرون ملک کھپت: پاکستان کو اللہ نے بے شمار قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ مثلاً بہتر جغرافیائی پوزیشن، زرخیز زمین، افرادی قوت، خاص نظریاتی و تمدنی ماحول اور معدنیات کی فراوانی وغیرہ اور اب ملک فنی مہارت میں کافی حد تک آگے بڑھ گیا ہے۔ پھر ہمارے ہاں زکوۃ اور عشر کے نظام سے بھی کافی آمدنی ہوجاتی ہے۔ مگر ان وسائل کو صحیح طور پر استعمال نہیں کیا جارہا۔ اقتصادی ترقی کا راز تو پیداوار بڑھانے پر منحصر ہے۔ جب تک صحیح منصوبہ بندی نہ کی جائے اور ان قدرتی وسائل کو صحیح طرح استعمال نہ کیا جائے خاطر خواہ نتائج کیسے حاصل ہوسکتے ہیں۔ ہماری زمینیں تو سونا اگلتی ہیں، مگر اس کا کیا علاج کہ وڈیرں اور جاگیرداروں نے بڑی بڑی زمینیں اپنے نام الاٹ کرا رکھی ہیں اور وہ کاشت کے بغیر بیکار پڑی ہیں۔ اسی طرح بے شمار زرخیز زمینوں پر اس وقت اندھا دھند رہائشی منصوبے تعمیر ہو رہے ہیں۔ بہت سے جنگلات مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث روز بروز سکڑتے جارہے ہیں۔ بہت سے فنی ماہرین ملک میں قدر نہ ہونے کے باعث باہر کا رخ کرلیتے ہیں۔ اگر ان تمام داخلی وسائل کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے تو لازماً ہماری معیشت مستحکم ہو۔

(۳) سکیموں پر عمل درآمد صحیح طریقے سے ہو: کسی منصوبہ کی کامیابی یا ناکامی کا تعلق اس کو چلانے والے افراد کار سے ہوتا ہے۔ اگر پالیسی نافذ کرنے والے افراد یا ادارے درد مند دل رکھتے ہوں۔ خدا ترسی اور خدمت عوام کے جذبے سے سرشار ہوں تو وہ نامساعد حالات میں بھی معجزے کر دکھاتے ہیں، مگر جہاں ذمہ دار اہلکار عوام کے نام پر اپنے گھر بھرنے والے ہوں، لوگوں کا حق اپنے اعزہ و اقارب میں بانٹنے والے ہوں، وہاں سنہری منصوبے بھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ گذشتہ تیس سال کے بیشتر منصوبے اسی طرح غت ربود ہوئے ہیں۔ اگر یہ منصوبہ بندی اسی طرح عمل میں آتی جیسا کہ منصوبے بناتے وقت ارادے ظاہر کئے گئے تھے تو اب تک سائنس، تعلیم اور مشین سازی میں بہت زیادہ پیش رفت ہوگئی ہوتی۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ انتظامیہ کی تطہیر کی جائے، جائیدادیں بنانے والوں کو فارغ کر دیا جائے، اور ایسے لوگ بھرتی کئے جائیں جو عوام میں اپنے خلوص، دیانتداری اور خداترسی کی بناپر نیک شہرت رکھتے ہوں۔

(۴) احتساب: ہمارا بااختیار طبقہ مختلف انداز سے خزانہ اور عوام کو لوٹتا ہے مگر اپنے اختیار

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی بنا پر قانون کی گرفت سے محفوظ رہتا ہے- مثلاً اگر سپاہی رشوت لے تو پکڑا جاتا ہے- اگر کوئی افسر لے تو اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا- ڈاکو اور اغوا کنندگان دن دہاڑے ایسی وارداتیں کرتے ہیں- مگر قانون نافذ کرنے والے ادارے مخصوص وجوہات کی بنا پر ان پر ہاتھ نہیں ڈالتے- بموں کے دھماکے کرنے اور عوام کے جان و مال سے کھیلنے والے تخریب کار کو گرفتار کرلینے کے باوجود کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے- بیوروکریسی قومی خزانے کو اتنی بے دردی سے خرچ کرتی ہے- سرکاری ترقیاتی منصوبوں کے بڑے بڑے ٹھیکے دیئے جاتے ہیں- مگر تعمیر اتنی ناقص ہوتی ہے کہ پھر کروڑوں روپیہ ان کی مرمت کی مد میں رکھنا پڑتا ہے- آخر ایسے ٹھیکیداروں کا احتساب کیوں نہیں ہوتا؟ ہمارے ٹیکس افسروں کے وسیع اور شاہانہ اختیارات پر قدغن کیوں نہیں لگائی جاتی- ترقیاتی منصوبوں کو کاغذوں میں دفن کر دینے والوں کو کیوں نہیں پوچھا جاتا- سرکاری محکموں میں بار بار غبن ہوتا ہے- سرکاری شعبوں میں چلنے والی ملیں اور کارپوریشنیں کیوں خسارے میں جاتی ہیں- سرکاری سٹور کی ہوئی اجناس کیوں عدم حفاظت اور تساہل کی بنا پر ضائع ہوتی رہتی ہیں- بلدیاتی ادارے جو ترقیاتی سکیمیں بناتے ہیں وہ بھی عوام کو لوٹ کر ہضم کرجاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے- اسی طرح ناقص برآمدات نے بیرون ملک پاکستان کے وقار کو مجروح کردیا ہے- اسی طرح ملاوٹ کرنے والوں اور ناقص مصنوعات تیار کرنے والوں کو کیوں نہیں چیک کیا جاتا- ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ارکان اسمبلی جو عوام کے نمائندے ہیں اور جن کا کام یہ ہے کہ وہ حکمران طبقہ کی کارگزاریوں پر کڑی نظر رکھیں اور ان کو راہ راست کی طرف چلنے پر مجبور کریں- ان کو ہمارے ملک میں وسیع پیمانے پر ترقیاتی سکیموں کے نام سے سیاسی رشوت صرف اس لئے دی گئی ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہوجائیں- جب یہ عوامی نمائندے خود ہی اس لوٹ کھسوٹ میں شامل ہوجائیں گے تو پھر احتساب کون کرے گا؟ اور بدعنوانیوں کو کون روکے گا-؟ بے نظیر حکومت اور نواز شریف حکومت باری باری قومی خزانہ لوٹ رہے ہیں- جب سارے ہی چور ہوں تو احتساب کون کرے-؟

مگر یہ حقیقت ہے کہ جب تک احتساب اور چیکنگ کا نظام سخت نہیں ہوتا اور قومی خزانہ اسی طرح لٹتا چلا جاتا ہے- قومی معیشت کو سنبھالا نہیں مل سکتا-

(۵) قومی وسائل کے ضیاع کی روک تھام: قومی دولت اور بھی بے شمار طریقوں سے ضائع ہو رہی ہے- افسوس اس مختصر مضمون میں یہ سب کچھ پیش کرنا ناممکن ہے مگر اشارات بہرحال ضروری ہیں- مثلاً بحری، بری اور فضائی تینوں راستوں سے سمگلنگ ہو رہی ہے اور ملکی ضروریات کا نصف حصہ سمگلنگ کے ذریعے ملک میں آرہا ہے اور اس سے زیادہ منشیات برآمد کی جارہی ہیں- اور وہ تمام

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ادارے جو اس کالے دھندے کو روکنے پر متعین ہیں وہ خود اس کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ ٹیکسوں کی وصولی کا نظام ناقص ہے۔ پھر ملک میں درآمد ہونے والا آدھا مال دکھایا جاتا ہے۔ باقی آدھا مال کارندے رشوت لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر بدعنوانی اور بے ایمانی سے دولت سمیٹنے والے ملکی معاملات میں دخیل ہوتے جاتے ہیں جب ان کا کوئی محاسبہ نہیں ہوتا، تو اس سے مزید بدعنوانی، رشوت اور بے انصافی کو فروغ ملتا ہے، محنت اور ترقی کے راستے بند ہوجاتے ہیں اور بے روزگاری کو فروغ ملتا ہے۔

پھر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ملک سے کالا دھن حاصل کرکے بیرون ملک یا تو بینکوں میں جمع کرا دیتے ہیں یا اپنے غیر ملکی رشتہ داروں کو منتقل کردیتے ہیں۔ اس طرح یہ کالا دھن جو ملکی معیشت اور ترقی کو سنبھالا دے سکتا ہے۔ غیر ملکوں کی ترقی میں لگ جاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے اگر باہر جانے پر یا باہر سے ملک میں آنے پر پابندیاں عائد کردی جائیں تو اس طرح ٹیکسوں کی چوریاں بھی ختم ہوں اور ملکی دولت ملک ہی میں استعمال ہو۔

اسی طرح وڈیروں اور جاگیرداروں نے سول اور فوجی افسروں نے جو کروڑوں ایکڑ زمینیں کوڑیوں کے مول خرید کر رکھ دی ہیں۔ نہ خود استعمال کرتے ہیں نہ اسے زیر کاشت لاتے ہیں۔ اس طرح ملکی زمین کا بیشتر حصہ بنجر پڑا ہے۔ ایسی تمام زمینوں پر حکومت زرعی ٹیکس لگادے۔ ٹیکس لگانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ یا تو وہ خود زمین کو کاشت کریں گے یا حکومت کو واپس کردیں گے۔ حکومت پھر اس زمین کو کسانوں اور ہاریوں میں تقسیم کرکے ملک میں زرعی انقلاب لاسکتی ہے۔

ہمارے ہاں ملکی وقومی وسائل کا ضیاع مختلف انداز سے ہو رہا ہے مثلاً (i) حکمرانوں اور اہل اقتدار کے ٹھاٹھ باٹھ اور شاہ خرچیاں ہی تمام ملکی وسائل پر قابض ہیں - جب کہ ملک کی پوری چوتھائی آبادی دو وقت کے کھانے کا بندوبست کرنے سے معذور ہے۔

(ii) سود کی ادائیگی میں ضیاع: اگر یہی صورت حال صرف دو سال اور رہی تو پھر ملک کے ریونیو کی تمام آمدنی صرف اسی قرض مع سود کوادا کرنے کی نذر ہوجائے گی - انا للہ وانا الیہ راجعون!!!

(iii) بنکوں کے نادہندہ قرض داروں نے تمام بنکوں کو دیوالیہ کر دیا ہے۔ اب یہی نادہندہ بااثر افراد بینکوں کو بار بار قواعد وضوابط تبدیل کرکے نئے قرض دینے پر مجبور کردیتے ہیں۔

(iv) ٹیکس چوروں نے بھی ملکی خزانہ کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ سی۔بی آر کی تنظیم نو کے باوجود ٹیکس چوری اسی طرح جاری ہے - اور یہ بالعموم مرکزی اور صوبائی حکومتیں اور انکے ماتحت چلنے والی کارپوریشنیں ہیں جو عموماً نادہندہ ہوتی ہیں - اسی طرح ملکی پرائیویٹائزیشن کے نام پر حکمرانوں نے بہت کچھ کھایا بیش قیمت سرکاری املاک کوڑیوں کے مول اپنے اعزہ واقارب میں تقسیم کر دی گئیں۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نجکاری کے نام پر ملکی خزانہ بری طرح لوٹا گیا۔

(۷) بے شمار کارخانے اور ملیں اس وقت مناسب حالات نہ ہونے کی بنا پر بند پڑی ہیں جب کہ مہنگے بیرونی تھرمل معاہدوں نے ملک کے اقتصادی بحران کو مزید سنگین بنادیا ہے۔

یہ بیرونی قرضے ایک کینسر ہیں جن کا آپریشن کرنا ضروری ہے ۔معاشی بحران کا حل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حالات کی صحیح تشخیص نہ ہو۔ قرضوں کی لعنت سے نجات نہ ملے اور سود کے وبال سے ہماری رہائی نہ ہو ، دوسری طرف اپنی منزل مقصود کا واضح تعین کیا جائے۔ اپنی ترجیحات کی نشاندہی ہو، معاشرے کے تمام طبقوں تک بنیادی ضروریات زندگی پہنچائی جائیں۔ ان میں اعتماد بحال کیا جائے، اسلامی تعلیمات کو عام کر کے ہر خاص وعام میں اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں تک ان کے حقوق پہنچانے کا شعور بیدار کیا جائے ۔ جذبہ حب الوطنی، ایثار، ہمدردی اور خیر خواہی کو عام کیا جائے اسی طرح چھوٹی صنعتوں کے ذریعے ہر شخص کو محنت پر لگا کر سب سے زیادہ ضروری مسئلہ ملک کو لوٹنے والوں کا احتساب کرنا ہے ۔ جب تک احتساب نہیں ہوتا۔ لوگوں کو نہ انصاف مل سکتا ہے۔ نہ دلوں کا امن، چین اور سکون۔ وہاں زندگی کا وقار رہتا ہے، نہ مستقبل کا اعتبار۔ اگر یہ کام ہو جائیں تو وطن عزیز میں قوت کے نئے نئے سوتے پھوٹ پڑیں گے۔

ڈاکٹر محمد اسد خاں نے (جو ضیاء الحق کے دور میں وزیر پٹرولیم وقدرتی گیس تھے) لکھا ہے:

"ملک بھر میں ۱۴۰ ارب سے زائد کے بینک قرضے نادہندگان ہڑپ کر چکے ہیں ۔ اس کے علاوہ غیر ملکی جرائد واخبارات میں ایسے افراد کی فہرستیں شائع ہو رہی ہیں جن کے فارن اکاونٹس میں چالیس بلین ڈالر سے زیادہ کی رقم موجود ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو فی الفور ہنگامی طور پر یہ رقم واپس لے کر عالمی مالیاتی اداروں کے قرضے واپس کرنا چاہیں جب کہ اس کے بعد بھی اس میں سے اتنی رقم بچ جائے گی کہ اس سے ملک میں ڈیم ، بجلی گھر، سڑکیں پل اور اصلاح زراعت کے کام کیے جاسکتے ہیں"

(٦) **سادگی اور کفایت شعاری:** لازمی ہے کہ حکمران اور بااثر طبقہ اپنے ٹھاٹھ باٹھ ختم کر کے سادگی اپنائے یہ۔ غریب ملک بڑی کاروں، عالیشان بنگلوں اور شاہانہ معیار زندگی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح لمبی چوڑی کابیناؤں کو بھی مختصر کیا جانا چاہیے۔ لہٰذا حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ حکمران اور بااختیار طبقہ خوراک لباس اور رہائش میں سادگی اختیار کرے۔ ملکی مصنوعات استعمال کرے۔ اور غیر ملکی اشیاء کی حوصلہ شکنی کرے۔ غیر ضروری در آمدات بند کر دے، اس سے ملکی معیشت کو بہت سنبھالا مل سکتا ہے اور ملک کا ہر باشندہ خوراک، لباس، تعلیم، رہائش جیسی بنیادی ضروریات سے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مستفید ہو سکتا ہے۔

(۷) میرٹ کی پابندی: ہمارے ہاں ماہر اور قابل افراد کی کمی نہیں۔ مگر جب رشوت اور سفارش کی بنا پر نااہل لوگ آگے آجاتے ہیں تو مستحق اور قابل افراد بد دل ہو کر باہر کا رخ کر لیتے ہیں، اس وقت ہمارے کتنے ڈاکٹر، انجینئر اور ماہرین غیر ممالک کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ ایسے جوہر قابل کی مناسب حوصلہ افزائی کرکے ان کو ملک کے اندر کھپایا جائے تاکہ ہم ضروری مشینری اپنے ملک ہی میں تیار کر سکیں، ہماری پالیسی بہرحال یہی ہونی چاہئے کہ ہمیں سوئی سے لے کر ہوائی جہاز تک خود بنانا ہے اور جو نااہل لوگ آگے آگئے ہیں، ان کو قومی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے خود ہی پیچھے ہٹ جانا چاہئے۔ اگر نہ ہٹیں تو ان کو سبکدوش کردیا جائے۔ تو یہ ملک پر بڑا احسان ہوگا۔ ہندوستان کے سابق وزیراعظم لال بہادر شاستری جب محکمہ ریلوے کے وزیر تھے تو ان کے دور میں ایک ٹرین کو حادثہ پیش آگیا۔ اس پر انہوں نے نااہلی کا اعتراف کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا۔ کیا ہمارے ملک میں بھی اسی طرح کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی

حرفِ آخر

اس وقت وطن عزیز میں سرکاری سطح پر شریعت کے نفاذ کا بہت پرچار کیا جارہا ہے۔ لازم ہے کہ ہم اپنے مسائل کے حل کے لیے شریعت کو اپنے ہاں مخلصانہ طور پر رائج ونافذ کریں۔ قرضوں پر مبنی معیشت کا نظام ختم کریں۔ پارلیمنٹ باقاعدہ قانون کے ذریعے سودی لین دین کو ختم کردے اور خود انحصاری حاصل کرنے کے لیے متبادل نقشہ ترتیب دے۔ اندرونی وبیرونی تمام معاہدے از سر نو ترتیب دیے جائیں۔ یہ بنیادی فیصلہ ہمیں بالآخر کرنا ہی پڑے گا، جو ہمارے دین وایمان کی بنیاد ہے مسلمان کے لیے سود لینا اور دینا کسی طرح بھی روا نہیں، اور پھر ہمارا شدید معاشی بحران بھی اس حکمت عملی کا تقاضا کر رہا ہے۔ آخر کب تک ہم غیروں کے آگے جھکتے چلے جائیں گے، وہ تو ہمارا وجود ہی مٹا دینے کے درپے ہیں۔ زبردستی ہم سے سی ٹی بی ٹی کے معاہدے پر دستخط کروانا چاہتے ہیں۔ غرض خود انحصاری کی پالیسی پر سختی سے قائم رہنے سے ہم تین سال کے اندر اپنی معیشت کو سنبھالا دے سکتے ہیں۔ اور اپنی خودی وخودداری کو برقرار کرسکتے ہیں۔ ع

تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

ایٹمی قوت بننے کے بعد یہ معاشی استحکام حاصل کرنا ہمارے لیے اور بھی ضروری ہوگیا ہے مگر

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مطلوب و مقصود حاصل کرنے کے لیے اصل ضرورت عزم وارادہ کا خلوص ہے جس کا اظہار ہر سطح پر ہونا چاہیے اگر قیادت خود انحصاری کا عزم رکھتی ہے، تو پھر اصلاح احوال ممکن ہے-جب بھی حکمران عزم خود انحصاری لیکر میدان عمل میں نکل آئیں گے، اللہ تعالی خود پردۂ غیب سے مدد فرمائے گا-اہل صلاحیت اور تجربہ کار ماہرین بھی ان کو مل جائیں گے- اور پھر مناسب احتساب کا نظام بھی قائم کرنا آسان ہو جائے گا-

اس سلسلے میں اہم ترین مثال سیدنا عمربن عبد العزیزؒ کی ہے- انہوں نے تقویٰ اختیار کرتے ہوئے صرف ڈھائی سال کے قلیل عرصے میں اموی شہنشاہی نظام کو خلافت راشدہ کی طرز پر ڈھال دیا تھا-انہوں نے اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کیا پھر اپنے گھرانے اور خاندان اور قبیلہ کو اصلاح کی طرف دعوت دی- حق گوئی، حق پرستی، اصولوں پر مصالحت نہ کرنا، ظالم حاکموں کا احتساب، مظلوموں کی داد رسی کا اہتمام کیا-اور صرف خوف خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے، دنیاوی نتائج سے بے پروا ہو کر غلط نظام کو سرے سے بدل ڈالا - قیادت کے اسی نمونہ کی آج بھی قوم کو ضرورت ہے- ادر ایسے نمونے صرف اور صرف خوف خداوندی، خلوص اور دیانتداری ہی کی بنا پر وجود میں آسکتے ہیں -لہٰذا حکمرانوں کو مختصر کابینہ، سرکاری خزانے کو امانت سمجھنا، اہل لوگوں کو عہدے دینا، کفایت شعاری سے کام لینا، اقرباپروری اور خویش نوازی سے گریز کرنا بڑا ضروری ہے- اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ﴾ (الاعراف) "اگر بستی والے لوگ ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی تمام برکتوں کے دروازے کھول دیتے-" اللہ تعالی کا فرمان کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا- مخلص مومن بننے اور اللہ کا نظام وطن عزیز میں رائج کرنے سے ہمارا معاشی بحران ختم ہو سکے گا او رخوشحالی و فارغ البالی سے اللہ تعالی ہمیں ہمکنار فرمائے گا

اپنی دنیا آپ پیدا کر گر زندوں میں ہے
سِرّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

اعتذار: اعلان کیا گیا تھا کہ شمارہ دسمبر ۹۸ء میں مدیر اعلی محدث کی علامہ ناصر الدین البانی سے اُردن میں ملاقات / انٹرویو اور مولانا عبید اللہ رحمانیؒ مؤلف مرعاۃ المفاتیح کا مکتوبِ گرامی شامل اشاعت ہوگا- لیکن انٹرویو پر بعض وضاحتی نوٹ (جن کے بغیر مفہوم سمجھ نہیں آسکتا) کی تکمیل نہ ہونے کے باعث اسے شائع نہیں کیا جاسکا...... آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمایئے، شکریہ!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ